دینی مدارس اور موجودہ صورت حال

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم سے کراچی کے ایک ہفت روزہ جریدہ "وجود" نے دینی مدارس اور موجودہ صورت حال پر ایک تفصیلی انٹرویو کیا، اہمیت کی بنا پر انیس سوالات اور ان کے جوابات پر مشتمل اس انٹرویو کو اس بار سہ ماہی "الوفاق" کے اداریہ کے طور پر شائع کیا جارہا ہے۔ (مدیر)

سوال: دینی مدارس پر سرکاری کنٹرول کے ارادے کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب: دینی اداروں پر سرکاری کنٹرول کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ ان کو بے روح کر دیا جائے اور یہ بات ہر انسان جانتا ہے کہ جب کسی چیز کی روح نکل جاتی ہے تو وہ بے مقصد بھی ہو جاتی ہے اور بے فائدہ بھی۔ ہم سرکاری نقطہ نظر کو اسی نظر سے دیکھتے ہیں۔

سوال: حکومت نے جو آرڈیننس جاری کیا ہے، اس پر آپ کیا تبصرہ کریں گے؟

جواب: حکومت نے جو آرڈیننس جاری کیا ہے اس میں وہ کامیاب نہیں ہوگی اور اس طرح کے اقدامات آج سے نہیں بہت پہلے سے ہوتے چلے آرہے ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستان بننے کے بعد ایک سلسلہ شروع کیا گیا اور ایم اے اسلامیات کی کلاس شروع کی گئی اس کے ذریعے سے لوگوں کو اسلامی علوم کا ماہر قرار دینے کی کوشش کی گئی۔ جبکہ نہ ان کے لیے یہ ضروری تھا کہ انھوں نے قرآن مجید پڑھا ہو، نہ ان کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ حدیث پاک سے واقف اور باخبر ہوں بلکہ ان کے لیے یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ وہ مسلمان بھی ہوں۔ اس طرح غیر مسلموں نے بھی اسلامیات میں ایم اے کیا۔ مشرقی پاکستان میں اس طرح کے واقعات بکثرت پیش آئے۔ اسی طرح دہریے بھی ایم اے اسلامیات کر کے اسلامیات کے عالم بنتے تھے۔ قادیانی اور دوسرے لوگ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ یہ سارا سلسلہ اسی لیے تھا کہ علماء اسلام کے مقابلے میں ان کا متبادل فراہم کیا جائے اور ان علماء کو بے اثر بنایا جائے۔ لیکن نہ اس سے مدارس کو کوئی نقصان پہنچا نہ اس سے علماء کے مؤقف کو نقصان پہنچا۔ اسی طرح ایک اور سلسلہ بھی چلا آرہا ہے اور وہ ہے علوم شرقیہ کے امتحانات کا۔ علوم شرقیہ کے امتحان میں اردو، فارسی اور عربی کے امتحان ہوتے ہیں اور انہیں پذیرائی حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء کو ایم اے اسلامیات کرنے والوں کے مقابلے میں نظر انداز کیا جاتا تھا اور جو علوم شرقیہ کے فارغ التحصیل ہوتے تھے ان کے مقابلے میں بھی ہمارے علماء کو نظر انداز کیا جاتا تھا۔ جبکہ اپنی صلاحیت، قابلیت اور عملی زندگی کے اعتبار سے مدارس کے علماء ان سے بدرجہا فائق اور لائق تر اہل ہوتے تھے۔ اسی طرح سے حکومت اگر ماڈل دار العلوم یا ماڈل مدارس بنائے تو ان سے ہمارے مدارس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ دینی مدارس میں دور جدید کی ہوا کے لیے کوئی کھڑکی نہیں رکھی گئی؟

جواب: دور جدید کی ہوا کی کھڑکی ٹی وی اور ریڈیو میں بہت موجود ہے اور این جی اوز کے ذریعے اس کی ہوا بلکہ آندھیاں بھی چل رہی ہیں تو پھر اس پر اکتفا کیوں نہیں کیا جاتا۔ مدارس میں دور جدید کی ہوا (ہنستے ہوئے) داخل کرنے کی کیا ضرورت ہے وہ تو بدبودار ہوا ہے۔

سوال: مسلمانوں میں دینی اور دنیاوی تعلیم کا تصور ہمیشہ موجود رہا پھر اب ہمارے ہاں دینی مدارس اس تصور کو اپنانے پر تیار نہیں ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: یہ بالکل غلط ہے، اس میں کوئی صداقت نہیں۔ دینی مدارس کے علماء علوم جدیدہ کی تحصیل کو فرض کفایہ سمجھتے ہیں اور یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ملک میں انجینئر بھی ہونے چاہئیں، اسی طرح ملک میں دوسرے شعبوں کے ماہرین بھی ہونے چاہئیں، لیکن یہ کہ جیسے کسی ڈاکٹر کے لیے انجینئرنگ جاننا ضروری نہیں اور کبھی اس کے لیے کوئی کوشش نہیں کی جاتی، اسی طرح کسی انجینئر کے لیے ضروری نہیں کہ وہ ڈاکٹری بھی جانے۔ اس طرح کسی عالم دین کے لیے جدید علوم سے مکمل واقفیت بالکل غیر ضروری ہے۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے مدارس میں بقدر ضرور جدید علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر انگریزی، جنرل سائنس، مطالعہ پاکستان، اردو، ریاضی اور کمپیوٹر بھی پڑھایا جاتا ہے۔

سوال: عالم اسلام میں برصغیر پاک وہند کے علاوہ دینی مدارس کا نظام جدید علوم سے آراستہ کر دیا گیا ہے۔ پھر یہاں ایسا کرنے میں کیا قباحت ہے؟

جواب: آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ عالم اسلام میں جہاں جہاں ایسا کیا گیا ہے وہاں جدید علوم سے آراستہ ہونے کے بعد علوم دین باقی نہیں رہے۔ آپ امارات، سعودیہ، شام، مصر وغیرہ میں دیکھ لیں، وہاں کے لوگ تو یہاں آتے رہتے ہیں، وہاں دین کے معاملات میں وہ بالکل صفر ہیں۔ جہاں تک تعلق ہے ان یونی ورسٹیوں کا جو سعودی عرب یا مصر میں ہیں مثلاً جامعہ الازھر وغیرہ وہ اپنی غرض وغایت یعنی اشاعت دین کو بالکل ختم کر چکے ہیں، ان کے ہاں ایسا کوئی سلسلہ موجود نہیں۔

سوال: حکومت کا ایک الزام یہ بھی ہے کہ دینی مدارس جہادی تنظیموں اور فرقہ وارانہ تنظیموں کے کارکنوں کو تربیت دیتے ہیں اور یہاں فرقہ واریت کی تعلیم دی جاتی ہے، آپ کا کیا موقف ہے؟

جواب: یہ بات بالکل غلط ہے اس میں کوئی صداقت نہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مدارس میں اس بات پر پابندی ہوتی ہے کہ آدمی طالب علمی کے زمانے میں سوائے حصول علم کے کسی اور چیز میں شامل نہ ہو۔ اس بات کا پابندی سے اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ اب ایک طالب علم اپنی تعطیل کے زمانے میں تبلیغ پر جاتا ہے تو کوئی صرف ونحو پڑھنے کی طرف توجہ مبذول کرتا ہے، کوئی جہاد کی تربیت حاصل کرنے بھی کہیں جاتا ہے اور پھر جہاد کی تربیت حاصل کرنا کیا کوئی ناپسندیدہ بات ہے۔ یہ تو اسلام کا رکن اعظم ہے۔ نبی پاک کا ارشاد ہے کہ "اسلام کے کوہان کی بلندی اور اس کی عظمت جہاد کے ذریعے ہوتی ہے۔" خود آپؐ نے جہاد کیا اور کیا آج کالجوں میں این سی سی کے نام پر طالب علموں کو ٹریننگ نہیں دی جاتی، مدارس میں تو ایسی کوئی تربیت نہیں دی جاتی، لیکن ہمارے طلباء چھٹیوں میں اگر کہیں جاتے ہیں تو ہم اس پر قدغن نہیں لگاتے اور اس کو برا بھی نہیں سمجھتے، لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ ہمارے طلباء جہاد کی تربیت کے بعد دہشت گردی کا کوئی اقدام نہیں کرتے، آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا۔ ایک زمانہ ہو گیا کہ دینی مدارس پر دہشت گرد تیار کرنے کا الزام لگایا جاتا رہا لیکن ثبوت آج تک پیش نہیں کیا جا سکا۔ علماء ہی دہشت گردی کا شکار ہوتے رہے۔

سوال: وزیر داخلہ معین الدین حیدر ایک طویل عرصے سے دینی مدارس کو اپنا ہدف بنائے ہوئے ہیں، لیکن دینی مدارس کی طرف سے کسی خاص رد عمل کا اظہار نہیں کیا گیا اور خاموشی روا رکھی گئی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: جواب جاہلاں باشد خاموشی۔

سوال: مدارس کے نصاب میں تبدیلیوں کے لیے حکومت اگر خود علماء کو دعوت دے تو اس صورت میں آپ کا ردعمل کیا ہوگا؟

جواب: حکومت کو ایسی دعوت دینے کی ضرورت کیا ہے، اگر علماء اپنے مدارس کو ذمہ داری سے چلا رہے ہیں اور وہ ان کی فلاح و بہبود کے لیے ہمہ وقت فکر مند رہتے ہیں تو انہیں خود یہ کام کرنے دیا جائے۔ جیسا کہ میں نے ابھی کہا کہ مدارس میں ہم نے علوم جدیدہ کو داخل کیا ہے اور ہم اس کے لیے کوشاں ہیں، حکومت کو تو اپنے اداروں کی خبر لینی چاہیے، کہیں مدرسہ ہے نہ طالب علم نہ استاد، کہیں مدرسہ ہے اور طالب علم بھی ہیں، مگر پڑھانے کے لیے استاد موجود نہیں۔ کہیں مدرسہ اور استاد ہے تو طالب علم نہیں، کہیں چار دیواری نہیں، کہیں بیٹھنے کے لیے جگہ نہیں، طالب علم زمین پر بیٹھ کر یا دھوپ میں تعلیم حاصل کرتے نظر آئیں گے۔ آپ ہمارا ایسا کوئی ایک مدرسہ دکھا دیں جہاں سرکاری تعلیمی اداروں جیسی بدانتظامی موجود ہو۔

سوال: حکومت کے یہ اقدامات کسی بیرونی دباؤ کا نتیجہ ہیں یا حکومت از خود یہ کام انجام دے رہی ہے؟

جواب: اس میں دونوں باتیں شامل ہیں۔ آج کل جو تیزی آئی ہے اس کی وجہ بیرونی دباؤ ہے، پاکستان بننے کے وقت سے آج تک مختلف حکومتوں کا دینی مدارس کے ساتھ سوتیلی ماں جیسا رویہ رہا ہے۔ یہ نہ دین کو ضروری سمجھتے ہیں نہ دینی تعلیم کو ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو لوگ دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ بے کار اور اللہ میاں کی زمین پر بوجھ ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ خود ہر سال بے روزگاروں کی فوج ظفر موج تیار کرتے ہیں۔ جس کو کہیں ٹھکانہ نہیں ملتا اور اگر ملتا بھی ہے تو ان کی ملازمتوں کا تحفظ نہیں ہوتا، پھر یہ کہ پہلے جو لوگ اسکول یا کالج سے پڑھ کر نکلتے تھے وہ نوکریوں کے لیے اپنی درخواستیں انگریزی میں لکھ لیا کرتے تھے، اب تو فارغ ہونے والے اپنی درخواستیں بھی لکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

سوال: ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ دینی مدارس سے ہر سال فارغ التحصیل ہونے والے پیشہ ورانہ تربیت (ووکیشنل ٹریننگ) کے حامل نہیں ہوتے یعنی ان کے پاس کوئی ہنر نہیں ہوتا۔ اس لیے حکومت چاہتی ہے کہ انہیں باہنر بنایا جائے تاکہ وہ معاشرے کے لیے کارآمد ثابت ہوں۔ آپ کا کیا موقف ہے؟

جواب: میں اس سلسلے میں یہ کہوں گا کہ ایک ہے دنیا کا کام اور ایک ہے اللہ کا کام۔ اگر ہمارے لوگ جو مدارس میں پڑھ کر دنیا کے کام کے نہیں ہوتے اور یقیناً ہم ان کو دنیا کے کام کے لیے تیار بھی نہیں کرتے، لیکن وہ اللہ کے کام کے ہوتے ہیں، اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ اللہ قیمتی ہے یا دنیا قیمتی ہے تو جو لوگ اللہ کے لیے تیار ہو رہے ہیں، ان کو بے کار کیوں سمجھا جا رہا ہے؟ دوسری بات یہ کہ علماء اور اہل مدارس نے حکومت سے کب یہ درخواست کی ہے کہ آپ ہمارے فضلا کے لیے ملازمتوں کا راستہ نکالیں تاکہ یہ اپنی معاش کا بندوبست کر سکیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے ہاں تو مدارس سے فارغ ہونے والے لوگ ہماری ضرورت سے بہت کم ہیں، ہمارا آدمی بالکل بے روزگار نہیں ہوتا، چنانچہ آپ نے کہیں نہیں دیکھا ہوگا کہ ہمارے لوگ نوکری نہ ملنے پر احتجاج کر رہے ہوں یا ہمارے مدارس سے پڑھنے والے لوگ ملازمت نہ ملنے پر خودکشیاں کر رہے ہوں یا ہمارے لوگ دربدر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہوں، یوں سمجھیے کہ ہماری رسد ہماری طلب کے برابر نہیں ہے، آدمی ہمارے کم تیار ہوتے ہیں اور ضرورت کہیں زیادہ ہے۔ ہم لوگوں کو دنیا کے لیے تیار کرتے ہی نہیں، ہم تو انہیں اللہ کے کام کے لیے تیار کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں جو لوگ پڑھنے آتے ہیں وہ اسکولوں کالجوں کو چھوڑ کر آتے ہیں، ان کے علاقوں میں اسکول اور کالج موجود ہیں۔ وہ خالص دین کی تعلیم حاصل کرنے یہاں آتے ہیں، ہم انہیں کیسے مجبور کریں کہ نہیں، تم وہی اسکولوں کالجوں والی تعلیم بھی حاصل کرو۔

سوال: برصغیر میں انگریزوں نے مشرقی علوم کا راستہ مغربی علوم سے روکا تھا اور دینی مدارس کو اپنے کنٹرول میں لیا تھا، کیا موجودہ حکومت کے دینی مدارس کو کنٹرول میں لینے کے عمل کو آپ استعماری پالیسی کا تسلسل سمجھتے ہیں؟

جواب: یہ بات غلط ہے۔ انگریز نے ان مدارس کو سرکاری کنٹرول میں نہیں لیا تھا۔ انگریز نے یہ کیا کہ ملک کی زبان جو فارسی تھی اسے ختم کر کے انگریزی زبان کو انہوں نے سرکاری زبان قرار دے دیا، اس کے بعد یہ ہوا کہ سرکاری نوکریوں کے متلاشی لوگ انگریزی پڑھنے کے لیے اسکول میں جانے لگے اور جو لوگ دین کی حفاظت کا جذبہ رکھتے تھے اور اسلام کے لیے قربانی دینے کو تیار تھے، انہوں نے انگریزوں کے اسکولوں کا رخ اختیار نہیں کیا بلکہ انہوں نے دینی مدارس کو اپنے لیے منتخب کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریز تو چلا گیا مگر دینی مدارس کی ترقی اتنی ہوئی کہ آج دنیا دینی مدارس کی ترقی پر حیران ہے۔ آپ برطانیہ جاکر دیکھیے وہاں بڑے بڑے دینی مدارس قائم ہیں، قرآن کی تعلیم اور نماز کا بندوبست ہو رہا ہے۔ غرض ہر طرف دینی تعلیم کا چرچا عام ہو رہا ہے۔ انگریز نے دینی تعلیم کو پس منظر میں رکھنے کا جو منصوبہ بنایا تھا اس میں وہ ناکام رہا۔ ہماری حکومتیں بھی اسی قسم کی کوششیں کرتی رہی ہیں مگر وہ بھی ناکام رہی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور بات بھی ہے اور وہ یہ کہ ہمارے دینی مدارس کا نظام تعلیم نہایت مضبوط ہے، آپ کے ہاں طالب علم کسی اور درجے کا امتحان دے رہا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو سال پیچھے کا امتحان ہے جواب ہو رہا ہے، پھر نتائج نہیں آتے یہاں تک کہ دوسرے داخلے شروع ہو جاتے ہیں، ہمارے ہاں امتحان پورے ملک میں بیک وقت ایک ہفتے میں ہوتا ہے اور امتحان کے ختم ہونے کے پندرہ دن میں نتیجہ آجاتا ہے۔ صرف پندرہ دن میں۔

سوال: گویا اپنے نظم کے اعتبار سے دینی مدارس سرکاری تعلیم اداروں سے بہت زیادہ مضبوط ہیں۔

جواب: بہت زبردست مضبوط ہیں۔

سوال: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وزیر داخلہ کے اقدامات سے حکومت اور علماء کے درمیان کشیدگی بڑھ رہی ہے اور کیا آپ بھی وزیر داخلہ کو برطرف کرنے کا مطالبہ کریں گے؟

جواب: اب میں تو یہ کہتا ہوں کہ جنرل پرویز مشرف کے بارے میں بھی غور کرنا چاہیے کہ انہوں نے آئینی طریقے سے پاکستان کا اقتدار اپنے ہاتھ میں لیا ہے یا غیر آئینی طریقے سے ایسا کیا ہے؟ اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال: اس طرح تو ایک لمبی بحث کھڑی ہو سکتی ہے خاص طور پر ہماری تاریخ میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ مختلف ادوار میں لوگ جبراً اقتدار میں آتے گئے اور انہیں تسلیم بھی کیا جاتا رہا؟

جواب: ہماری تاریخ کا یہ بھی حصہ ہے کہ جو لوگ اس طریقے سے آئے وہ نیک نام نہیں ہوئے۔ ان سب کو بالجبر جانا پڑا، یا منہ چھپا کر وہ خود بھاگ گئے۔ یہ بھی تو ہماری تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پرویز مشرف صاحب اور معین الدین حیدر صاحب کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ خطرہ ہمیں ان کے لیے بھی یہی ہے۔

سوال: ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ میں کون سی رکاوٹ ہے کہ ۵۴ برس گزرنے کے بعد بھی ہم اپنی منزل سے دور ہیں؟

جواب: اس کی وجہ فقط ایک ہے اور کچھ نہیں وہ یہ کہ یہاں اقتدار جن لوگوں کے ہاتھ میں رہا ہے، وہ اسلام سے مخلص نہیں، نہ وہ قوم کے لیے مخلص ہیں، نہ اسلام کے لیے۔ ملک و ملت کے وفادار نہیں ہیں، شروع سے اب تک یہی ہوتا آیا ہے۔

سوال: مغرب زدہ طبقہ یہ اعتراض بھی کرتا رہا ہے کہ یہاں اگر اسلامی نظام نافذ کیا گیا تو کس کی فقہ کا اسلام نافذ ہوگا اور اس کا طریقہ کار کیا

ہو گا؟

جواب: اس کا جواب تو بہت پہلے آ چکا ہے، وہ جو بائیس نکات پر علماء کا اتفاق ہوا تھا یعنی "قرار داد مقاصد" اور جسے جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں آئین کا جزو بھی بنا دیا گیا۔ اس میں اس مسئلے کا جواب موجود ہے۔ یہ کوئی ایسا پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے۔

سوال: گویا معاملہ حکمرانوں کی نیت اور ارادے کے فقدان کا مسئلہ ہے؟

جواب: جی ہاں میں نے عرض کیا نا کہ ملک و ملت سے حکمراں وفادار نہیں ہیں اس لیے ایسا ہے۔

سوال: فرقہ وارانہ فسادات کا خاتمہ کیوں کر ممکن ہے۔ حکومت نے گزشتہ دنوں لشکر جھنگوی اور سپاہ محمد پر پابندی عائد کی ہے اور سپاہ صحابہ اور تحریک جعفریہ کو وارننگ دی ہے اور ان کی نگرانی کی جاری ہے کیا ایسے سرکاری اقدامات سے فرقہ واریت ختم کی جا سکتی ہے؟

جواب: میرا نقطہ نظریہ ہے کہ فرقہ واریت یا آپس کے اختلافات نہیں ہونے چاہئیں تاکہ ہم متحد ہو کر اس ملک کی خدمت کر سکیں لیکن جیسا کہ انگریز کا اصول تھا کہ "لڑاؤ اور حکومت کرو" تو ہماری حکومتیں یہاں بھی اسی اصول کو استعمال کرتی ہیں اور یہ لوگوں کو خود لڑاتی ہیں۔ یہ اس کے لیے تدبیریں کرتی ہیں۔ ان کی ایجنسیاں اس کے لیے مقرر ہیں۔ یہ خود کراتے ہیں، عوام اس طرح لڑنے اور مرنے اور ایک دوسرے کو قتل کرنے کے لیے دل سے راضی نہیں ہیں۔

سوال: آپ دینی مدارس کے فارغ التحصیل اور جدید تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کا تقابل کس انداز میں کریں گے، دونوں کے اخلاق اور تربیت میں کیا فرق ہے؟

جواب: اگر عمل کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ہمارے طلباء جو علم حاصل کرتے ہیں اس پر عمل بھی کرتے ہیں، اخلاق اور عقائد کے اعتبار سے اور عبادات کے نقطہ نگاہ سے بھی اور معاشرت کے نقطہ نگاہ سے بھی ہمارے طلبہ اس پر پورے اترتے ہیں۔ جہاں تک تعلق ہے اسکولوں اور کالجوں کے طالب علموں کا تو جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا وہاں کوئی تربیت نہیں۔ اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ ان یونی ورسٹیوں میں جھگڑے ہوتے رہتے ہیں، کئی بار اساتذہ کی پٹائی بھی ہو چکی ہے، کئی مرتبہ وہاں کلاسوں کا بائیکاٹ بھی کیا جاتا ہے اور قتل و خوں ریزی کی وارداتیں بھی ہوتی رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں رینجرز کے پہرے رہتے ہیں اور ان پہروں میں طلبہ پڑھنے کے لیے جاتے ہیں۔ پھر یہ کہ وہ جو وہاں پڑھتے ہیں اس کے لیے یہ سمجھنا چاہیے کہ لارڈ میکالے نے ہندوستانیوں کے لیے جو نظام تعلیم دیا تھا اس کے مطابق یہاں صرف کلرک پیدا ہوتے تھے، نہ یہاں سائنس داں پیدا ہوتے تھے، نہ یہاں کسی دوسرے شعبے میں امتیازی حیثیت حاصل کرنے والے لوگ پیدا ہوتے تھے، صرف کلرک پیدا ہوتے تھے، ہمارے ہاں صرف ڈاکٹر عبدالقدیر کا نام سننے میں آتا ہے اسی پر ہم اچھلتے کودتے ہیں یا دو چار نام اور ہیں ورنہ کسی شعبے میں لائق اور فائق لوگ نہیں، جو لڑکے اپنی محنت اور کوشش سے اپنے اندر قابلیت کا جوہر پیدا کرتے ہیں ان کی ملک میں کوئی پذیرائی نہیں ہوتی، وہ یہاں سے بیرون ملک چلے جاتے ہیں اور ان کی قابلیت سے دوسرے لوگ استفادہ کرتے ہیں اور ہمارا ملک ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنے سے محروم رہتا ہے۔ یہاں جو لوگ تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کا مقصد فقط پیسہ ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں اور جب ان کو پیسہ نہیں ملتا تو وہ ڈاکے بھی ڈالتے ہیں، جب ان کو پیسہ نہیں ملتا تو اغواء کی وارداتیں بھی کرتے ہیں، جب ان کو پیسہ نہیں ملتا تو وہ بیرون ملک بھی چلے جاتے ہیں، یہ اسکولوں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں کے طلبہ کا معاملہ ہے۔ ہمارے ہاں کا معاملہ بالکل مختلف ہے، ہمارے ہاں اخلاقی اور عملی تربیت پر بڑا زور دیا جاتا ہے اور ہمارا طالب علم مقصدیت کو سامنے رکھ کر تعلیم حاصل کرتا ہے۔